بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ ۱۴۰۰

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک ایسا انسانی مجموعہ تھا جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد انسانی کمالات پیدا کر دیئے تھے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں سے

"خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولیٰ صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو — رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز
اس کے زمانے عجیب اس کے فسانے غریب — عہدِ کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل
ساقیِ اربابِ ذوق، فارسِ میدانِ شوق — بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل"

اب ہم اس کے بارے میں کچھ تاریخی شہادتیں اور بیانات نقل کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ محض عقیدت مندی پر مبنی یک طرفہ بیان نہیں ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ہم اس سلسلہ کا آغاز سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خطبات کے دو اقتباسات سے کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں (جن کی ذات بعض مکاتبِ خیال اور فرقوں کے یہاں موضوع بحث بن گئی ہے) ان کی شہادت شہادتِ عینی کے مصداق اور ان کا بیان اہل بیت کرام کی صداقت اور بلاغت و فصاحت علوی کا مظہر ہے، یہ ملحوظ رہے کہ یہ بیان اپنے ان رفقاء کے متعلق ہے جو ان کی زندگی میں سفر آخرت اختیار کر چکے اور اس وقت دنیا میں موجود نہیں تھے۔ یہ بیان صرف

ـــــــــــــــــــ

لہ واوین کے درمیان کی عبارت مصنف کے رسالہ "نبوت کا کارنامہ" سے ماخوذ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

چار جلیل القدر صحابہ اور رفقاء (سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن الاسودؓ، عمار بن یاسرؓ) کے متعلق نہیں ہو سکتا جن میں سے متعدد ان کی زندگی میں موجود اور ان کے ہم رکاب ہیں[1]۔ یہ اقتباسات آپ کے خطبات اور رسائل و فرامین کے (حضرات شیعہ کے نزدیک) معتبر اور متفق علیہ مجموعہ "نہج البلاغہ" سے ماخوذ ہیں جو شہرۂ آفاق ہاشمی شیعی ادیب و شاعر "الشریف الرضی" (۳۵۹-۴۰۴ھ) کا جمع کیا ہوا ہے جو اپنے عہد سے لے کر اس عہد تک مستند، متداول اور متبرک ہے اور جس کی شرح مشہور شیعہ عالم و متکلم ابن ابی الحدید (۵۸۶-۶۵۵ھ) نے بڑے شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے، خطابت و بلاغت کے اس شکوہ اور کمال کی بنا پر جو حضرت امیر المومنین کا حصہ ہے اور قارئین کو ہر طرح کے شک و شبہ سے دور رکھنے کے لیے ہم ایک طرف اصل عبارت نقل کرتے ہیں، دوسری طرف اس کا ترجمہ دیتے ہیں۔ امیر المومنین فرماتے ہیں:

لقد رأيت أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فما أرى أحدًا يشبههم منكم! لقد كانوا يصبحون شعثًا غبرًا وقد باتوا سجّدًا وقيامًا، يراوحون بين جباههم وخدودهم، ويقفون على مثل الجمر من ذكر معادهم كأن بين أعينهم ركب المعزى من طول سجودهم! إذا ذكر الله هملت أعينهم حتى تبلّ جيوبهم	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایسی شان دیکھی ہے کہ میں تم میں سے کسی کو ان کا مشابہ نہیں، وہ صبح اس حال میں نظر آتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں۔ رات انہوں نے سجدے اور قیام میں گزاری ہوتی، کبھی اپنی پیشانیوں پر جھکے ہوتے تھے، کبھی اپنے رخساروں پر قیامت کی یاد سے ایسے بے چین نظر آتے تھے جیسے انگاروں پر کھڑے ہوں۔ ان کی پیشانی (کثرت و طول) سجود سے ایسی سخت و خشک معلوم

[1] حضرت عمار بن یاسرؓ نے خلافت مرتضوی میں ۳۷ھ میں اور سلمان فارسیؓ نے ۳۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت علیؓ کی شہادت ۴۰ھ کا واقعہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ومادوا كما يميد الشجر يوم الريح العاصف، خوفاً من العقاب ورجاءً للثواب

ہوتی تھی جیسے بکری کی ٹانگ، اللہ کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھیں ایسی اشکبار ہوجاتیں کہ ان کے گریبان اور دامن تر ہوجاتے اور وہ اس طرح لرزتے ہوئے نظر آتے جیسے تیز آندھی کے وقت درخت سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں۔

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:

اين القوم الذين دعوا الى الاسلام فقبلوه وقرأوا القرآن فأحكموه وهيجوا الى القتال فولهوا وله اللقاح الى اولادها وسلبوا السيوف اغمادها، واخذوا باطراف الأرض زحفاً زحفاً وصفاً صفاً بعض هلك وبعض نجا، لا يبشرون بالاحياء ولا يعزون بالموتى مره العيون من البكاء خمص البطون من الصيام، ذبل الشفاه من الدعاء صفر الالوان من السهر على وجوههم غبرة الخاشعين۔

وہ لوگ کہاں ہیں جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اس کو قبول کیا، قرآن پڑھا تو اس پر اچھی طرح سے عمل کیا، جہاد کے لیے ان کو جوش دلایا گیا تو اس طرح اس کی طرف بڑھے جیسے اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف دوڑ کر جاتی ہیں۔ انہوں نے تلواریں بے نیام کرلیں اور اطراف زمین میں گروہ در گروہ ہوکر پروانہ وار بڑھے۔ کوئی شہید ہوگیا کوئی بچا، نہ ان کو اپنے ساتھیوں کی زندگیوں کی مبارکباد دی جا سکتی ہے (اس لیے کہ وہ شہادت کو نعمت سمجھتے ہیں) نہ دنیا سے رخصت ہونے والے ساتھیوں پر ان سے تعزیت کی جا سکتی ہے (کیونکہ وہ ان پر رشک کرتے ہیں اور ان کو کامیاب سمجھتے ہیں) ان کی آنکھیں فرط گریہ سے سفید ہوگئیں۔ ان کے پیٹ روزوں کی وجہ سے پیٹھ سے لگے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتے ہیں، ان کے ہونٹ دُعا سے خشک ہورہے ہیں، ان کے رنگ بے خوابی و شب بیداری سے زرد ہیں۔ ان کے چہروں پر اہلِ خشیت کی اداسی ہے۔

اولئك اخواني الذاهبون، فحق لنا ان نظمأ اليهم ونعض الايدي على فراقهم۔

یہ میرے وہ بھائی ہیں جو دنیا سے چلے گئے۔ ہم کو حق ہے کہ ہم میں ان سے ملنے کی پیاس پیدا ہو اور ہم ان کی جدائی پر ہاتھ ملیں۔

صحابۂ کرامؓ و شیخینؓ کے بارے میں غیر مسلم فضلاء اور مستند مغربی مورخین کی شہادتیں

اس مبارک آغاز کے بعد ہم چند غیر مسلم فضلاء اور مستند مورخوں کی شہادتیں نقل کرتے ہیں۔

مغربی فاضل کائتانی اپنی کتاب "سنین اسلام" میں کہتا ہے:

"یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وراثت کے سچے نمائندے مستقبل میں اسلام کے مبلغ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، اس کے امین تھے۔ رسول اللہ کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر و جذبات کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا تھا جس سے اعلیٰ اور متمدن ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا اور بعد میں انہوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصول و افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے۔ یہ لوگ مقدس صحیفہ کے امین اور اس کے حافظ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لفظاً یا حکماً انہیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ تھے اسلام کے قابلِ احترام پیشرو جنہوں نے مسلم سوسائٹی کے اولین فقہاء، علماء اور محدثین کو جنم دیا۔[1]

مشہور فرانسیسی مصنف ڈاکٹر لیبان اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تمدن عرب" میں لکھتا ہے:

"غرض یہ ہے کہ اس نئے دین کو بہترے مواقع درپیش تھے اور بے شک وہ اصحاب نبی ﷺ کی خوش تدبیری تھی جس نے انہیں ان مواقع پر کامیاب کیا۔ انہوں نے خلافت کے لیے ایسے ہی اشخاص کا انتخاب کیا جن کی ساری غرض اشاعتِ دینِ محمدی تھی۔"[2]

مشہور انگریز مصنف گبن (EDWARD GIBBON) خلفائے راشدین کے متعلق اپنی کتاب "زوال و سقوطِ روما" DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE میں لکھتا ہے:

"پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی سرگرمی، دلی اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت و اختیار پاکر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاقی اور مذہبی میں صرف کیں۔"[3]

ڈاکٹر فلپ ہٹی (DR. PHILIP HITTI) اپنی مشہور کتاب مختصر تاریخ عرب (A SHORT HISTORY OF THE ARABS) میں لکھتا ہے:

"ابوبکرؓ مرتدین کو مغلوب کرنے والے اور جزیرۃ العرب کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے متحد کرنے والے، ایک سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے جو متانت و وقار سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اپنی خلافت کی مختصر مدت کے پہلے چھ مہینے میں روزانہ اپنی قیام گاہ "سنح" سے جہاں وہ اپنے مختصر خاندان کے ساتھ ایک معمولی سے مکان میں رہتے تھے، صبح اپنے دار الحکومت مدینہ کی طرف آتے تھے، وہ حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے، اس لیے کہ اس وقت حکومت کی کوئی آمدنی نہیں تھی جو قابلِ ذکر ہو۔ وہ حکومت کے تمام کام مسجد نبوی کے صحن

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۱۲۳ ترجمہ شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی، مطبع آگرہ

[2] تمدن عرب صفحہ ۳۸۴-۸۵، جلد ۵ مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

میں بیٹھ کر انجام دیتے تھے۔

ان کے با صلاحیت جانشین عمر (۶۳۴-۴۴ء) سادہ زندگی بسر کرنے والے اور بہت فعال تھے۔ دراز قد، مضبوط جسم اور سر کے بال گر گئے تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد کچھ عرصہ تجارت ان کا ذریعہ معاش تھی اور بالکل بدو سرداروں کی طرح ان کی زندگی شان و شوکت اور لڑائی کے مظاہرے سے دور تھی۔ ان کا بے داغ کردار ان کے جانشینوں کے لیے ایک مثال تھا۔ بتلایا جاتا ہے کہ ان کے پاس صرف ایک قمیص اور ایک لبادہ تھا جس پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ کھجور کی چھال بھرے ہوئے بستر پر سوتے تھے اور انہیں دین کی پاسداری، انصاف اور حکومت کو اسلام اور عربوں کے لیے محفوظ رکھنے کے علاوہ اور کسی بات کی فکر نہیں تھی[1]۔"

سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) اپنی مشہور کتاب (THE ANNALS OF THE EARLY CALIPHATE) تاریخ خلافت اولی میں لکھتے ہیں:

"ابوبکرؓ کے دربار کی سادگی کا وہی عالم تھا جو محمدؐ کی زندگی میں تھا۔ نہ خدام تھے اور نہ محافظ اور نہ حکومت کی شان و شوکت ظاہر کرنے والی کوئی اور شئے۔ ابوبکرؓ محنت کے عادی تھے اور ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملات کی جزئیات پر بھی نظر رکھتے تھے۔ راتوں کو وہ مصیبت زدہ اور غرباء کی تلاش میں گھومتے رہتے۔ حکومت کے عمال اور اعلیٰ حکام کو تعینات کرنے میں کنبہ پروری یا طرف داری سے بالاتر تھے اور ان کے کردار سے عقل و دانش کا اظہار ہوتا ہے[2]۔"

مزید لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے، کیونکہ انہیں کی دانائی، استقلال کا ثمرہ تھا کہ اس دس سال کی مدت میں شام، مصر، فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے، تسخیر ہو گئے....

---

[1] ہسٹری آف دی عربس (HISTORY OF THE ARABS) لندن ۱۹۵۷ء ص ۷۶

[2] THE ANNAL OF EARLY CALIPHATE LONDON 1882 P. 123

www.abulhasanalinadwi.org

مگر باوجود ایسی عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے آپ کو کبھی اپنے فیصلہ، فراست اور متانت کی میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب کے ساتھ اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں؟ حالانکہ شہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔"[1]

جسٹس سید امیر علی کے بیانات

سُنّی فضلاء اور مصنفین کے بجائے ہم چند اقتباسات رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی[2] کی کتاب (A SHORT HISTORY OF THE SARACENS) سے پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"خلفاء راشدین کے زمانے میں مسلمانوں کی جو سیاسی حالت تھی۔ اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو جو منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے وہ ایک عوامی حکومت کا ہے جس کا سربراہ ایک منتخب شدہ امیر تھا جو محدود اختیار کا مالک تھا۔ رئیس مملکت کے خصوصی اختیارات انتظامی اہتمامی امور کے دائرہ کے اندر محصور تھے۔ قانون سب کے لیے ایک تھا۔ امیر کے لیے بھی اور غریب کے لیے بھی، صاحب اقتدار کے لیے بھی اور کھیت پر محنت

---

[1] ترجمہ ماخوذ از "آیات بینات" از نواب محسن الملک صفحہ ۲۰-۲۱ (مطبع مصطفائی، ۱۳۱۵ھ)

[2] سید امیر علی (۱۸۴۹ء – ۱۹۲۸ء) سادات کے ایک شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو خراسان سے نادر شاہ کے ساتھ آیا تھا۔ ہگلی کالج کلکتہ میں انگریزی اور عربی کی تعلیم حاصل کی اور قانون کا مطالعہ کیا۔ ۱۸۷۳ء میں بیرسٹری کی سند حاصل کی۔ ۱۹۰۴ء میں بنگال ہائی کورٹ سے سبکدوش ہوئے اور انگلستان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۰۹ء میں لندن کی پریوی کونسل کی قانونی کمیٹی کے پہلے ہندوستانی رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں انتقال کیا۔ اسلامیات پر لکھنے والے شاید کسی ہندوستانی مصنف کے پاس ایسا پرزور قلم اور اس کو اہل زبان کی طرح انگریزی پر ایسی قدرت ہو جتنی کہ سید امیر علی کو تھی بقول مستشرق (OSBORN) "کم ایسے اہل زبان ہوں گے جو مصنف کے اسلوب کا مقابلہ کر سکیں۔"

www.abulhasanalinadwi.org

مشقت کرنے والے کے لیے بھی۔"[1]

آگے لکھتے ہیں،

"خلفائے راشدین نے جس سخت گیری سے اپنے آپ کو عوام کی بہبود کے لیے وقف کر رکھا تھا اور جس انتہائی سادگی سے وہ زندگی بسر کرتے تھے، وہ ہادئ اسلام کی مثال کی پوری پوری تقلید تھی۔ انہوں نے خدم وحشم اور ظاہری شان وشوکت کے بغیر محض اپنے حسن کردار اور سیرت کی مدد سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔"[2]

جہاں تک شیخین (خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رض اور خلیفۂ دوم حضرت عمر رض) کا تعلق ہے امیر علی نے ان کے زاہدانہ طرز زندگی، ان کی معدلت شعاری اور ان کی خدمات اور احسانات کا پوری فراخ دلی اور زور قلم کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"عربوں میں کسی قبیلہ کی سرداری اور سربراہی موروثی نہیں ہوتی، اس کا انحصار انتخاب پر ہوتا ہے۔ عمومی حق رائے دہندگی کے اصول پر شدت سے عمل کیا جاتا ہے۔ قبیلہ کے تمام افراد کی سردار کے انتخاب میں آواز ہوتی ہے۔ انتخاب متوفی کے پسماندگان کے افرادِ خرینہ میں سن وسال، بزرگی وتقدم (Seniority) کے اصول پر ہوتا ہے۔
اس قدیم قانون وروایت کی پیغبر صاحب کے جانشین کے انتخاب میں بھی پابندی کی گئی چونکہ حالات کی نزاکت کسی تاخیر کی اجازت نہیں دیتی تھی، اس لیے ابوبکر رض جو اپنی عمر اور اس حیثیت ومرتبہ کی بناء پر جو ان کو مکہ میں حاصل تھا اور وہ عربوں کے حساب واندازہ میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے بغیر کسی تاخیر کے خلیفہ یا پیغبر کے جانشین منتخب ہوئے۔
ابوبکر رض اپنی دانشمندی اور اعتدال کی وجہ سے امتیاز خاص کے مالک تھے۔ ان کے انتخاب کو حضرت علی رض اور خاندانِ نبوت نے اپنی روایتی خلوص اور اسلام کے ساتھ وفاداری اور دلی وابستگی کی بناء پر تسلیم کیا۔"[3]

---

1. ماخوذ از روح اسلام ترجمہ "Spirit of Islam" مطبوعہ ادارہ ثقافت، لاہور، صـ ۴۲۰۔۴۲۱
2. روح اسلام صـ ۴۲۳
3. صـ A Short History of the Saracens P-21

www.abulhasanalinadwi.org

آگے چل کر حضرت عمرؓ کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت ابوبکرؓ کا مختصر دورِ خلافت ریگستانی قبیلوں میں امن و امان قائم کرنے ہی میں صرف ہو گیا۔ انہیں صوبوں کی باقاعدہ تنظیم کی مہلت نہ ملی لیکن جب حضرت عمرؓ، جو صحیح معنوں میں ایک عظیم انسان تھے، مسندِ خلافت پر بیٹھے تو اس وقت محکوم قوموں کی فلاح و بہبود کے بارے میں انتھک کوششوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ابتدائی مسلم حکومتوں کا طرۂ امتیاز ہے۔"[1]

حضرت عمرؓ کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کی جانشینی اسلام کے لیے بڑی قدر و قیمت کی حامل تھی۔ وہ اخلاقی طور پر ایک مضبوط طبیعت و سیرت کے آدمی، انصاف کے بارے میں بڑے با اصول اور حساس، بڑی قوتِ عمل اور سیرت کی پختگی کے آدمی تھے۔"[2]

حضرت عمرؓ کی وفات اسلام کے لیے ایک بڑا سانحہ اور خسارہ تھا۔ سخت لیکن منصف، دور بین، اپنی قوم کی سیرت و مزاج کا بڑا وسیع تجربہ رکھنے والے ایک ایسی قوم کی قیادت کے لیے بڑے موزوں تھے جو بے آئینی کی خوگر تھی۔ اپنے مضبوط ہاتھ میں تازیانہ رکھتے ہوئے خانہ بدوش قبائل اور ان نیم وحشی لوگوں کے رجحانات کو انہوں نے قابو میں رکھا اور ان کو اس وقت اخلاقی گراوٹ سے بچا لیا جب ترقی پسند شہروں کے عیش و عشرت اور وسائلِ راحت اور مفتوحہ ملکوں کی دولت سے ان کا سابقہ پڑ رہا تھا۔ وہ اپنی رعیت کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے دسترس میں تھے۔ رات میں لوگوں کی حالت معلوم کرنے کے لیے بغیر کسی محافظ یا مصاحب کے گشت کرتے۔ یہ اس شخص کی حالت تھی جو اپنے عہد کا سب سے طاقتور حکمران تھا۔"[3]

حضرت عثمان غنیؓ

مستند تاریخ کی شہادت ہے کہ خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی سادہ اور زاہدانہ

۱؎ اے زرمن اسلام صفحہ ۳۴۳

۲؎ A SHORT HISTORY OF THE SARACENS P-27

۳؎ A SHORT HISTORY OF THE SARACENS P 43

www.abulhasanalinadwi.org

تھی۔ وہ باہر سے آنے والے وفود اور خلافت کے مہمانوں کو پُر تکلف کھانا کھلاتے تھے۔ لیکن ان کو گھر میں روغنِ زیتون یا سرکہ کے ساتھ روٹی کھاتے دیکھا گیا ہے[۱] صائم الدہر تھے۔ خدام کے باوجود اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ رات کو کسی ملازم کو جگاتے نہیں تھے۔ فرماتے تھے کہ رات ان کی ہے[۲]

ان کا ایک غلام تھا۔ انہوں نے اس کے کبھی کان کھینچے تھے۔ اپنے عہدِ خلافت میں اس سے کہا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو، اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے کہا اچھی طرح سے بدلہ لے لو، دنیا میں بدلہ ہو جائے، آخرت میں حساب باقی نہ رہے[۳] عبد الملک بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو اپنے عہدِ خلافت میں جمعہ کے دن منبر پہ دیکھا، ان کے جسم پر ایک موٹی عدنی چادر تھی جس کی قیمت چار پانچ درہم ہوتی تھی[۴] حسن بصریؒ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں دوپہر کو آرام کر رہے ہیں، اٹھے ہوتے ہیں تو ان کے پہلو پر کنکریوں کا نشان نظر آتا ہے اور لوگوں میں چرچا ہے کہ یہ امیر المؤمنین ہیں[۵] منبر پر بیٹھ کر بازار کے نرخ وغیرہ دریافت کرتے تھے۔ مسلمانوں کے معاملات کا ان کو بڑا اہتمام تھا۔ موسیٰ بن طلحہ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا۔ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور وہ لوگوں سے ان کے حالات اور سفر کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں، ان کے ایثار و قربانی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ان باغیوں سے جو مصر سے آکر ان پر حملہ آور ہوئے تھے، طاقت موجود ہونے کے باوجود لڑنا اور کسی مسلمان کا خون بہانا پسند نہیں کیا اور اسی حال میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے جان دی۔ اسی کے ساتھ خلافت سے دستبردار ہونا بھی گوارا نہیں کیا جس کو وہ مسلمانوں کی امانت اور احادیث اور اشاراتِ نبوی کی

۱۔ روایت شرحبیل بن مسلم بسند صحیح "حلیۃ الاولیاء" ابی نعیم ج ۱ صفحہ ۶۰

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ صفحہ ۶۰ ۳۔ الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ للمحب الطبری ورق ۲۰۵ (ب) نمبر مخطوطہ ۴۸،۱ کتب خانہ ندوۃ العلماء ۴۔ حلیۃ الاولیاء (ابی نعیم) ج ۱ صفحہ ۶۰ ۵۔ ایضاً صفحہ ۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء سمجھتے تھے۔

بقول سید امیر علیؒ ان کی سب سے بڑی خوبی خدا ترسی تھی ۔ ۱ جب کہ ولیم میور کے مطابق وہ بہت نرم دل تھے اور اگر انہیں امن و امان کا زمانہ ملتا تو وہ عوام میں بہت مقبول ہوتے ۔ ۲ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (SHORTER ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM) میں لیوی ڈیلا ویڈ رقم طراز ہے کہ " ڈیلماڈسن" نے ذکر کیا ہے اور کیتانی نے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ عثمان رض نے عمر رض کی پالیسی پر ہی عمل کیا اور اسے اور ترقی دی "

خلافت عثمانی میں جو ۱۲ سال کے عرصہ پر محیط ہے ایسی عظیم الشان فتوحات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ہوئیں جن کی نظیر اس سے پیشتر کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ اس زمانہ میں اسلامی مملکت کے دائرہ میں بڑی وسعت ملی ۔ اس کے حدود سندھ سے لے کر اندلس (اسپین) تک جا پہنچے ۔ اسلامی افواج نے اس عہد میں بڑی جنگوں کے علاوہ بحری قوت کا بھی مظاہرہ کیا اور قبرص ، روڈس کے جزائر فتح کیے ۔ ایک عظیم الشان بحری بیڑا تیار کیا گیا حالانکہ اس سے پیشتر ان کے پاس ایک کشتی بھی نہ تھی ۔ اسلامی فوج ۲۲ ھ میں ابنائے قسطنطنیہ (باس فورس) تک جا پہنچی ۔ ۲۵ ھ میں طرابلس الغرب (لیبیا) پر فوج کشی ہوئی اور دو ہی سال بعد تونس ، الجزائر اور مراکش کے علاقوں کو فتح کر لیا گیا ۔ اسی سال عبداللہ بن نافع نے سمندر پار کر کے اندلس کا محاصرہ کیا ۔ مسلمانوں کی فوجیں قفقاس (درک بال) اور بحیرۂ اسود کے کناروں تک جا پہنچیں ۔ ۳۰ ھ میں خراسان اور طبرستان کی طرف پیش قدمی ہوئی ۔ جرجان خراسان طبرستان فتح ہوا ۔ عبداللہ بن عامر نے مزید آگے جا کر سوات ، کابل ، سجستان ، نیشاپور اور ارد گرد کے علاقوں کو مطیع بنایا ۔ طخارستان

---

۱ ماخوذ از کتاب تاریخ الخلفاء (سیوطی) البدایۃ والنہایۃ بیروت مکتبۃ المعارف لابن کثیر طبع ۱۹۶۶ء وغیرہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۵۳ء

A SHORT HISTORY OF SARACENS, LONDON P-48 — ۲

www.abulhasanalinadwi.org

اورکرمان فتح ہوئے اور یوں کوہ قاف اور بحر خزر (قزوین) تک اسلامی حکومت وسیع ہوگئی۔ ان کے مبارک عہد میں مسلمانوں نے ہندوستان کی طرف بھی توجہ دی اور گجرات کے ساحلی علاقوں تک ان کے قدم جا پہنچے۔[۱] ان کے عہدِ خلافت میں تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت تجارت و علوم و فنون کو بھی ترقی ہوئی۔ دولت و ثروت اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا۔

ان کی ایک اہم خدمت مسجد الحرام کی توسیع ہے جو ۲۶ھ میں کی گئی۔ ۲۹ھ میں انہوں نے مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع کرائی، بحری فتوحات کے سلسلہ میں بھی حکم دیا کہ مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں تعمیر کی جائیں اور پرانی مساجد مزید وسیع کی جائیں۔ ان کا سب سے بڑا اور عظیم الشان کارنامہ عالم اسلام کو ایک مصحف اور ایک ہی قرأت پر جمع کرنا تھا۔ قرآن مجید کو لکھوا کر تمام ممالکِ اسلامیہ میں شائع کرنا اور ایک ہی قرأت پر سارے ممالکِ اسلامیہ کو متحد کردینا خلافتِ عثمانیہ کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔[۲]

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ

جہاں تک خلیفۂ چہارم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی کا تعلق ہے ان کے بارے میں سوائے خوارج کے کسی کو کوئی

---

[۱] ان وسیع اور عظیم فتوحات کے نتیجہ میں جس وسیع پیمانہ پر اسلام کی اشاعت ہوئی اور ملک کے ملک اور قوموں کی قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اس کا آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے اور تاریخ سے اس کی شہادتیں ملتی ہیں۔ [۲] تلخیص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۳ء۔ یہاں اس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جب حضرت علی رضؓ سے کوفہ کے کچھ لوگوں نے اس بات کی شکایت کی کہ ان کے پیشرو نے قرآن مجید کی ایک قرأت پر لوگوں کو جمع کردیا ہے تو حضرت علی رضؓ نے انتہائی برہمی کے ساتھ جواب دیا۔

"خاموش! عثمان رضؓ نے ہم میں سے سربرآوردہ صحابہ رضؓ کی رائے سے ہی یہ قدم اٹھایا تھا، اور اگر اس وقت ان کے بجائے میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔"

www.abulhasanalinadwi.org

اختلاف نہیں۔ ہم یہاں ان کے ایک رفیق ضرار بن ضمرہ کا ایک بیان پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت معاویہؓ کی فرمائش و اصرار پر امیرالمومنین کے بارے میں اپنی معلومات، مشاہدات و تاثرات پیش کیے اور الفاظ میں تصویر کشی کی کوشش کی، اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ خلافت و حکومت میں بھی اس قدسی جماعت کی کیا حالت تھی جو درسگاہِ نبوت اور مدرسۂ ایمانی و قرآنی سے تیار ہو کر نکلی تھی۔

وہ ان کو دنیا اور اس کی بہار اور رونق سے وحشت ہوتی تھی اور رات اور اس کی تاریکی میں دل بہلتا تھا، آنکھیں پُر اشک رہا کرتی تھیں، ایک بڑے فکر اور سوچ میں رہا کرتے تھے۔ لباس وہ پسند آتا جو موٹا ہو، کھانا وہ دل کو بھاتا جو معمولی اور سادہ ہو بالکل معمولی آدمی کی طرح رہتے، ہم میں ان میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا۔ جب ہم کچھ پوچھتے تو جواب دیتے۔ جب ہم آتے تو وہ سلام میں پہل کرتے، جب ہم بلاتے تو بے تکلف آجاتے لیکن ان کے یہاں اس تقرب اور ہمارے اس قرب کے باوجود رعب اتنا تھا کہ ہم گفتگو نہ کر سکتے اور خود چھیڑ کر بات نہ کر سکتے۔ دین داروں کی تعظیم کرتے تھے اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے۔ طاقتور کو ان سے کسی غلط چیز کی امید نہ ہوتی اور کمزور ان کے انصاف سے ناامید نہ ہوتا۔ بخدا میں نے ان کو بعض مواقع پر اس وقت دیکھا ہے کہ رات نے اپنے پردے ڈال دیے تھے اور تارے ڈھل گئے تھے۔ وہ اپنی محراب میں کھڑے تھے، داڑھی پکڑے ہوئے، مارگزیدہ کی طرح تڑپتے تھے اور اس طرح روتے تھے کہ جیسے دل پر چوٹ لگی ہو، گویا میں سُن رہا ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں۔ اے دُنیا! اے دُنیا! کیا مجھ سے چھیڑ کرنے چلی ہے، اور مجھ پر تیری نظر ہے؟ اس کی امید نہ کرنا کسی اور کو فریب دے۔ میں نے تجھ کو ایسا چھوڑا ہے کہ کبھی تیرا نام بھی نہ لوں گا۔ تیری عمر مختصر، تیری زندگی بے وقعت اور تیرا خطرہ بہت ہے۔ ہائے سامانِ سفر کس قدر کم ہے، سفر کتنے دُور کا ہے۔ راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔ رہ

صفۃ الصفوۃ ابن جوزی ص ۱۲۲

www.abulhasanalinadwi.org

خلفاء کی زاہدانہ زندگی اور خاندان میں سے کسی کو جانشین نہ بنانا۔

ان خلفاء کے اخلاص، للّٰہیت، ان کی عظمت و انفرادیت کی کھلی ہوئی ایک دلیل یہ تھی کہ انہوں نے توسیعِ سلطنت اور دور اندیش بلند حوصلہ حکمرانوں کی طرح نہ تو اس بے پایاں دولت اور صدیوں کے اندوختہ سے جو سیلاب کی طرح فارس و روما سے امنڈتا ہوا چلا آرہا تھا، کوئی فائدہ حاصل کیا اور عیش و عشرت کی نہ سہی، فراغت و راحت کی زندگی گذاری بلکہ اپنے مقتدیٰ اور محبوب کے نقشِ قدم پر چل کر عسرت و تنگی اور زہد و ایثار کی زندگی گذاری بلکہ وہ خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے زیادہ فارغ البال و مطمئن تھے۔

جس طرح ان خلفاء نے زندگی بسر کی اس کے متعلق گبن لکھتا ہے:

"ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی ہمت و جرأت کی آزمائش رسول اللہ کے زمانے کے سخت حالات اور جنگوں کے ذریعے ہو چکی تھی اور جنت کی بشارت نے انہیں دنیاوی لذات اور خطرات سے لاپرواہ بنا دیا تھا لیکن انہوں نے حکومت کی باگ ڈور اس وقت سنبھالی جب وہ سن رسیدہ ہو چکے تھے اور دین اور انصاف ان کی نظروں میں حکومت سے زیادہ اہمیت حاصل کر چکا تھا، ان کی انتہائی سادہ زندگی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی جو روئے زمین کے بادشاہوں کی شان و شوکت کے لیے تازیانہ کا حکم رکھتی تھی[۲]۔"

دوسرے یہ کہ ان میں سے کسی نے اختیار کے باوجود اپنے بیٹے یا قریب ترین فرد خاندان کو اپنا جانشین نہیں بنایا بلکہ بالعکس انہوں نے ان کو خلافت کی ذمہ داری سے الگ رہنے کی ہدایت اور مسلمانوں کو ان کو منتخب نہ کرنے کی وصیت کی جس کی بناء پر (فطرتِ جذبۂ انسانی اور صدیوں نہیں ہزاروں برسوں کی حکومتوں، حکمرانوں کی روایات اور تجربوں کو سامنے رکھ کر)

۲۔ EDWARD GIBBON, THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE, LONDON 1911 VOL. V P. 399

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ سرتاپا اخلاص، للّٰہیت ظاہر او باطن بے غرض و بے لوث تھے اور ان کا خلافت کی ذمہ داری قبول کرنا محض رضائے الٰہی کی خاطر، دین کی اشاعت و استحکام اور فتنوں اور خطرات کے دروازے بند کرنے کے سوا کچھ نہ تھا ورنہ (جیسا کہ بعض مکاتبِ خیال کا خیال اور قول ہے) اگر انہوں نے خلافت اپنے ذاتی اغراض، جاہ طلبی اور مقصد براری کے لیے قبول کی تھی تو دنیا کا فائدہ اٹھائے بغیر اپنی عاقبت خراب کرنا "گناہ بے لذت" کے سوا کچھ قرار نہیں پاتا اور یہ کسی ذی ہوش آدمی کا کام نہیں ہو سکتا کہ وہ "کوہ کندن کاہ برآوردن" کے مرادف ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا زہد و ایثار اور احتیاط

ہم اس موقع پر ایک مثال حضرت ابوبکرؓ کی سیرت کی اور ایک حضرت عمرؓ کے واقعہ کی دینے پر اکتفا کریں گے جس کے بعد ہر ایسا شخص جس کی عقل و ضمیر کو تعصب نے مغلوب نہیں کیا ہے وہ خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

عہد صدیقی کا مؤرخ لکھتا ہے،

"ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی، جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرہ میں سے کچھ درہم بچا کر جمع کر لوں۔ فرمایا جمع کر دو۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو دیئے کہ شیرینی لا دو۔ پیسے لے کر کہا۔ معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضرورت سے زیادہ ہے، لہٰذا بیت المال کا حق ہے۔ چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کر دیے اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔"[1]

حضرت حسنؓ راوی ہیں کہ "حضرت ابوبکرؓ کا آخری وقت ہوا تو فرمایا۔ "عائشہؓ وہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور وہ لگن جس میں ہم کھانا کھاتے تھے، اور وہ چادر جو ہم استعمال

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۲ صفحہ ۲۲۳ (لیڈن ۱۸۶۷ء)

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم مسلمانوں کا کام کرتے تھے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو اس سب کو عمرؓ کے پاس پہنچا دینا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو انھوں نے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ! تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تم نے اپنے بعد والے پر بڑا بوجھ ڈال دیا۔[1] یہ بھی آتا ہے کہ جب آخر وقت ہوا تو فرمایا کہ میری فلاں زمین اس رقم کے معاوضہ میں بیت المال کی طرف منتقل کردی جائے جو میں اپنی خلافت میں بیت المال سے وصول کرچکا ہوں۔[2] ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "میرے مال میں سے آٹھ ہزار درہم لے کر بیت المال میں داخل کردینا۔ اس لیے کہ اسی قدر مجھ پر صرف ہوئے تھے۔"

انتقال کے وقت فرمایا کہ "یہ دونوں کپڑے جو میرے جسم پر ہیں ان کو دھو ڈالنا اور اسی میں مجھے کفن دینا، نئے کپڑے کی مرنے والے کے مقابلہ میں زندہ رہنے والے کو زیادہ ضرورت ہے۔"[3]

حضرت عمرؓ کا سرکاری دورہ اور سفر شام

اب دوسری مثال حضرت عمرؓ کی پیش کی جاتی ہے۔ آپ نے بہت سی ملکوں کے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روداد سنی ہوگی اور ان کے شاہانہ تزک و احتشام اور کرّ و فر کا تماشہ دیکھا ہوگا۔ چھٹی صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقتور فرمانروا حضرت عمرؓ کا سرکاری دورہ (سفر شام) کی روداد مؤرخ کی زبان سے سنیے۔ مولانا شبلیؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الفاروق" میں ۱۶ھ کے سفر بیت المقدس کا حال بیان کرتے ہوئے مستند عربی تاریخوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروق اعظمؓ کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بٹھانا مقصود تھا، کس سروسامان سے ہوگا؟ لیکن یہاں نقارہ و نوبت

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۸۰ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۵۲ء [2] ایضاً ص ۸۴

[3] طبقات جلد ۳ ص ۱۳۶

www.abulhasanalinadwi.org

خدم وحشم، لاؤ لشکر ایک طرف، معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا۔ سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین وانصار ساتھ تھے، تاہم جہاں یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروق اعظم رضؓ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے، زمین دہل جاتی تھی۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی نہیں لکھا گیا۔ معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا۔ گھوڑا جو سواری میں تھا اس کے سُم گھس کر تمام ہو گئے تھے اور رُک رُک کر قدم رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ دیکھ کر اتر پڑے لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا۔ حضرت عمرؓ سوار ہوئے تو اٹھیل کرنے لگا۔ فرمایا کم بخت! یہ غرور کی چال تُو نے کہاں سے سیکھی؟ یہ کہہ کر اُتر پڑے اور پیادہ پا چلے۔ بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابوعبیدہؓ اور سرداران فوج استقبال کو آئے۔ حضرت عمرؓ کا لباس اور سروسامان جس معمولی حیثیت کا تھا اس کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی پوشاک حاضر کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی بس ہے۔"

دوسرے سفر شام ۱۸ھ کا حال بھی سُن لیجئے

"حضرت عمرؓ نے شام کا قصد کیا۔ حضرت علیؓ کو مدینہ کی حکومت دی اور خود ایلہ کو روانہ ہوئے۔ یرفا ان کے غلام اور بہت سے صحابہؓ ساتھ تھے۔ ایلہ کے قریب پہنچے تو کسی مصلحت سے اپنی سواری غلام کو دی اور خود اس کے اونٹ پر سوار ہوئے۔ راہ میں جو لوگ دیکھتے تھے، پوچھتے تھے کہ امیر المومنین کہاں ہیں؟ فرماتے تمہارے آگے۔ اسی حیثیت سے ایلہ میں آئے۔ یہاں دو ایک روز قیام کیا، گزی کا کرتہ جو زیب تن تھا، کجاوہ کی رگڑ کھا کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا، مرمت کے لیے ایلہ کے پادری کے حوالے کیا۔ اس نے خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے اور اس کے ساتھ ایک نیا کرتہ تیار کر کے پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ پہن لیا اور کہا

www.abulhasanalinadwi.org

اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے[1]۔

خلفائے ثلاثہ رضؓ کے ساتھ سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ کا تعاون

جیسا کہ سید امیر علی نے لکھا ہے: "رسول اللہ کی وفات کے بعد خلافت کے لیے حضرت ابوبکر رضؓ کے انتخاب کو حضرت علی رضؓ اور رسول کے خاندان کے افراد نے بخوشی قبول کر لیا[2]۔" ولیم میور نے بھی اگرچہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی ترکہ کے متعلق غلط فہمی کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ، حضرت ابوبکر رضؓ کی خدمت میں اسی طرح حاضر ہوتے رہے جس طرح دوسرے صحابہ اور وہ قاضی القضاۃ کی خدمت بھی انجام دیتے رہے[3]۔ ولیم میور یہ بھی لکھتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کے خطوط عام طور پر حضرت علی ہی لکھا کرتے تھے[4]۔

"نہج البلاغۃ" کا انگریزی ترجمہ جسے عالمی شعبۂ مسلم انجمن نے طبع کیا ہے، اس کے مترجم عسکری جعفری نے اپنے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضؓ حضرت علی رضؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور انہیں قبول بھی کرتے تھے۔ جب حضرت عمر رضؓ نے سلطنت روما سے جنگ کے موقع پر حضرت علی رضؓ کی رائے لی تو انہوں نے کہا کہ آپ یہیں موجود رہیں اور کسی تجربہ کار جنرل کو کمانڈر بنا کر بھیجیں[5]۔ اسی طرح فارس سے جنگ کے موقع پر حضرت علی رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو میدانِ جنگ پر جانے سے منع کیا[6]۔ حضرت علی رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو جو صلاح دی تھی اس کی تصدیق "نہج البلاغۃ" میں شامل ہے۔ حضرت علی رضؓ کے خطبہ نمبر ۱۳۷ اور ۱۴۹ سے بھی تصدیق ہوتی ہے[7]۔

---

[1] الفاروق ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۵ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۶ء۔ واقعہ تفصیل سے علامہ ابن کثیر کی مستند تاریخ "البدایۃ والنہایۃ" ج ۷، ص ۵۵-۶۰ اور "تاریخ طبری" میں ملاحظہ ہو۔

[2] A SHORT HISTORY OF SARACENS P-21

[3] ANNALS OF EARLY CALIPHATE P-65

[4] ایضاً ص ۱۲۳ [5]

[6] ایضاً ص ۵۷ [7] ایضاً ص ۲۶۰-۲۷۰

www.abulhasanalinadwi.org

سید حسین نصر ایرانی کی شہادت

مغربی زبانوں میں اسلامیات پر متعدد کتابوں کے مصنف اور ممتاز دانشور سید حسین نصر جو ایرانی النسل شیعہ اور مستند علمی مقام رکھتے ہیں، خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے خلوص اور خدمتِ اسلام کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اسلامی تاریخ کے اس عدیم المثال دور کے بعد چار خلفاء (جنہیں سُنّی خلفائے راشدین کے نام سے یاد کرتے ہیں اور چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ (جنہیں شیعہ پہلا امام مانتے ہیں) حاکم ہوئے۔ اس زمانے میں قرآنی تعلیمات اور اسوۂ رسولؐ کو صرف انہیں حالات سے متعلق نہیں سمجھا گیا جو رسول اللہؐ کے زمانہ میں پیش آئے تھے بلکہ سرعت کے ساتھ بیرون عرب اسلام کی اشاعت سے پیش آنے والے نئے کوائف وحالات پر بھی نافذ کیا گیا۔ بازنطینی حکومت کے کچھ حصوں پر اسلامی قبضہ اور ساسانی حکومت کے زوال کے باعث بہت سے نئے مسائل سامنے آئے جنہیں حل کرنے کے لیے پہلے سے طے شدہ اصولوں سے کام لیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ کام انجام دیا وہ اصحابِؓ رسولؐ تھے اور جن کا مقصد دنیوی مفاد کے بجائے اسلام کی خدمت تھی۔"[1]

سیدنا علی مرتضیٰؓ نے خلفائے ثلٰثہ بالخصوص شیخینؓ کو اپنا پورا تعاون دیا۔ بہت نازک موقعوں پر ان کے صائب مشورے بڑے مفید اور قیمتی ثابت ہوئے۔ ان حضرات نے بھی آپ کے علم وفہم اور اصابتِ رائے کا بلند الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت پر آپ نے اپنے جذبات وتاثرات کا جس طرح اظہار کیا اس سے ان مخلصانہ تعلقات کا پورا اظہار ہوتا ہے۔ یہ دونوں خطبے جن میں ان کا اسلوبِ بیان، ان کی زبان اور ان کے ادبی وبلاغی خصوصیات پوری طرح نمایاں ہیں کتبِ تاریخ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں طوالت

---

[1] سید حسین نصر: آئیڈیلز اینڈ ریالیٹیز آف اسلام (IDEALS AND REALITIES OF ISLAM) بوسٹن (BOSTON) ۱۹۷۲ء ص ۱۰۲-۱۰۱

www.abulhasanalinadwi.org

کے خوف سے ان کو نقل نہیں کیا جاتا ہے۔[1]

حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران پانی روک دیا گیا تھا، حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو پانی کی تین مشکیں بھیج دیں، ان کے لے جانے کے سلسلہ میں بنی ہاشم کے کئی متعلق والے زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے کہا کہ اپنی تلواریں لے کر عثمانؓ کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک پہنچنے نہ دو۔

جب حضرت عثمانؓ پر باغیوں نے نرغہ کیا اور ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور اپنے آزاد کردہ غلام قنبر کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس مدافعت میں حضرت حسنؓ زخمی بھی ہوئے۔ سارا بدن خون سے رنگین ہو گیا۔ قنبر کے سر پر چوٹیں آئیں لیکن باغی اس دروازہ سے داخل نہ ہو سکے جہاں حضرت حسنؓ کا پہرہ تھا۔ وہ دوسری دیوار پھاند کر اندر پہنچ گئے اور حضرت عثمانؓ کو بحالتِ تلاوت شہید کر دیا۔[2]

---

[1] ملاحظہ ہو "الریاض النضرة فی فضائل العشرة" تالیف محب الدین طبری (م ۶۹۴ھ) مخطوطہ کتب خانہ ندوۃ العلماء ۱۰۹۴ ورق ۱۲۶، ۲۱۷ نیز ۱۸۷، ۱۸۸، "سیرۃ الصدیق" اردو میں حضرت ابوبکر کے متعلق حضرت علیؓ کا پورا خطبہ ترجمے کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے، ص ۱۴۵ تا ص ۱۵۱ نیز "طبقات ابن سعد" ج ۳ ص ۳۷ (دار صادر بیروت)

[2] ملاحظہ ہو "تاریخ الخلفاء" سیوطی ص ۱۶۰ نیز مقدمہ انگریزی ترجمہ "نہج البلاغہ" از مسٹر عسکری جعفری بمبئی ص ۱۹۶۹ء ص ۶۱، ناشر (بشکریہ ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ خلفائے راشدینؓ نمبر)

www.abulhasanalinadwi.org

منقبتِ خلفائے راشدین رضی

جناب انجم نیازی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تیری سیرت کا ہر اک پہلو گلاب اندر گلاب
دودھیا روشنی میں تجھ سے کم تر دوپہر کا آفتاب
وہ ہے نبیوں کا نبی اور تو اماموں کا امام
وہ خدا کا اور تو اس کے نبی کا انتخاب

عاشق و معشوق دونوں بے نظیر و بے مثال
اس کی بعثت اور ہے تیری خلافت لاجواب

ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی آیت ہے تیری شان میں
تیرا منکر اور دشمن، دشمنِ اُمّ الکتاب
کیسی کیسی مشکلوں میں تو ہوا ہے سرخرو
کیسے کیسے امتحانوں میں ہوا تو کامیاب

یَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ پر تو اکیلا رو پڑا
تُو نے کیا کیا راز سربستہ کیے ہیں بے حجاب

غازیٔ ختمِ نبوت وارثِ شرعِ متیں
سب زمانوں کے لیے تو اک مثالِ احتساب
مفسدوں فتنہ گروں سے تیرے لڑنے کی مثال
جس طرح اڑتے پرندوں پر جھپٹتا ہے عقاب

آج تک دنیا میں جاری ہے ترا پہلا جہاد
آج تک دنیا میں جاری ہے ترا پہلا خطاب

تیری شخصیت میں یک جا خوبیاں سب دین کی
تو کبھی فاروقِ اعظم تو کبھی ہے بوتراب رض
کون کر سکتا ہے اندازہ تری خدمات کا
سیدِ کون و مکاں کے دل میں ہے ان کا حساب

www.abulhasanalinadwi.org

کارنامے آج تک زندہ ہیں تیرے عہد کے
آج تک جھوٹی نبوت کے ہیں لرزیدہ سراب

تو مرے ماں باپ سے بڑھ کر کہیں مجھ کو عزیز
تجھ پہ لکھنا بھی عبادت تجھ کو پڑھنا بھی ثواب

○

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

شریعت کی زباں رکھتے ہیں روشن ضابطے اس کے
نبی کی سمت ہی جاتے ہیں سارے راستے اس کے
فرشتے بھی جھکا لیتے ہیں سر اس کی عدالت میں
چراغوں کی طرح لَو دے اٹھے ہیں فیصلے اس کے
لرز جاتے ہیں اس کے نام سے کفار کے لشکر
بکھر جاتی ہے شیطانوں کی طاقت ذکر سے اس کے
پہاڑوں کی طرح مضبوط ہے بے داغ شخصیت
جہاں کی وسعتوں میں گونجتے ہیں دبدبے اس کے
اٹھائے ہاتھ اس کے واسطے شاہِ دو عالمؐ نے
اسی کو ہیں فقط معلوم سارے مرتبے اس کے
یہ دنیا اس سے اب تک اکتسابِ فیض کرتی ہے
کتابِ نور میں لکھے ہوئے ہیں مشورے اس کے

○

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

وہ صورت اور سیرت میں نمونہ مصطفیٰؐ کا تھا
وہ ہر پہلو چمکتا تھا کہ آئینہ حیا کا تھا
وہ ٹھنڈک بانٹتا تھا لمحہ لمحہ اپنی صبحوں کو
وہ خوشبوؤں میں اک لپٹا ہوا جھونکا صبا کا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

کھلا رہتا تھا ہر اک آدمی کے واسطے ہر دم　　وہ قلعہ تھا محبت کا وہ دروازہ وفا کا تھا
کسی کی جان لی اس نے نہ اپنی جان کی خاطر
سراپا رحم تھا لیکن بہادر بھی بلا کا تھا
کبھی لشکر نہ ہارا اُس کا میدانِ شجاعت میں　　یہ سالار لاثانی مدبر انتہا کا تھا
ابوبکرؓ و عمرؓ کی جانشینی اس کو سجتی تھی　　وہ حاصل ہر تمنا کا وہ حصہ ہر دعا کا تھا
وہ کیسے موڑ لیتا اپنا منہ اپنی شہادت سے　　وہ پروانہ رسالت کا وہ دیوانہ خدا کا تھا
زمانہ کر سکا پیدا نہ پھر ایسا غنی انجمؔ
وہ اِک دریا اخوت کا عطیہ وہ خدا کا تھا

○ ○

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سامنے آتی تو خود ٹکڑوں میں بٹ جاتی تھی موت　　برف کی صورت پگھلتی اور گھٹ جاتی تھی موت
اس قدر چہرے پہ رہتا تھا شجاعت کا جلال　　دیکھ کر رستے میں تجھ کو دُور ہٹ جاتی تھی موت
حوصلہ آتا نہ تھا اُس کا کہ دیتی دستکیں　　تیرے دروازے تلک آ کر پلٹ جاتی تھی موت
دیکھنے میں چار سو پھیلی ہوئی تھی وہ مگر
تیرے آگے ایک نقطے میں سمٹ جاتی تھی موت
جس کو تُو للکارتا تھا جنگ کے میدان میں　　اس کے سینے اور گردن سے لپٹ جاتی تھی موت
جس طرف سے تو گزرتا تھا نعرے مارتا　　دشمنوں کی ایک ایک صف کو الٹ جاتی تھی موت
سامنا ہوتا تھا جتنی بار تجھ سے موت کا　　ایک ڈوری کی طرح ہر بار کٹ جاتی تھی موت
آگے آگے تو گزر جاتا تھا لہراتا ہوا
پیچھے پیچھے تیری گردِ پا میں اٹ جاتی تھی موت

ماخوذ از "کرنیں ایک ہی مشعل کی" انجم نیازی

○ ○

www.abulhasanalinadwi.org

عظمت کے مینار

حضرات صحابۂ کرام و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین

اُمّت کے لیے عظمت و روشنی کے مینار ہیں۔

اپنے اسلاف اور بزرگوں کے حالات و خدمات سے

واقفیّت حاصل کرنا ہم سب کے لیے ضروری ہے۔

ٹرسٹ نے پچاس رسالے صحابہ کرامؓ اور پچیس رسالے صحابیاتؓ

کے حالات پر مبنی شائع کئے ہیں ان کا مطالعہ کرکے ایمان تازہ کیجئے۔

صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا نزد لسبیلہ چوک نشتر روڈ کراچی نمبر ۵

القادر پرنٹنگ پریس فون : ۷۷۲۲۳۷۴۸۰

www.abulhasanalinadwi.org